گستاخی رسول کے قانون کی حقیقت

نیز حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا عشق رسولؐ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت کی:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ (الانعام:۱۰۹)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۹﴾ (الاحزاب:۵۷-۵۹)

اور پھر فرمایا:

اعمال کے حسن کی بنیاد نیک ارادوں اور نیک دعاوی کے اظہار پر نہیں ہوا کرتی بلکہ نیک نیات پر ہوتی ہے جو حسین عمل میں ڈھل جاتے ہیں ۔لیکن بسا اوقات انسان نیک دعاوی ہی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ لیتا ہے اور نیک دعاوی کو اپنے اعمال کو حسین دکھانے کے لئے ایک ذریعہ کے طور

پر اختیار کرتا ہے۔اس پہلو سے جب ہم انسانی اعمال کا جائزہ لیتے ہیں تو بسا اوقات ایسا بھی دکھائی دیتا ہے کہ بہت بڑے بڑے نیک دعاوی نیک اعمال پر منتج ہونے کی بجائے ایسے اعمال پر منتج ہوجاتے ہیں جو جنت کی بجائے جہنم کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔اس لئے دعاوی کی کوئی حقیقت نہیں۔حقیقت ان نیتوں کی ہے جو انسان کے اعمال کے پیچھے کارفرما ہوتی ہیں اور اعمال کے اندر صالح خون بن کے دوڑتی ہیں۔انہی سے اعمال میں حسن پیدا ہوتا ہے، انہی نیک نیتوں سے اعمال میں زندگی آتی ہے۔

آج کل پاکستان میں اسی قسم کا ایک نیک دعویٰ کیا جا رہا ہے۔عشق محمد مصطفی ﷺ کے حسین نام پر اور اس دعویٰ کے نتیجہ میں ایک قانون بھی اس ملک میں پاس کیا گیا ہے جو ناموس رسولؐ کی حفاظت کا قانون ہے۔بیان یہ کیا گیا ہے کہ ہمیں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے ایسا عشق ہے کہ آپؐ کی کسی قسم کی بھی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے اس لئے جو بھی ایسی گستاخی کا مرتکب قرار پائے اسے موت کی سزا دی جائے یا کم سے کم عمر قید کی سزا دی جائے۔

اس دعویٰ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن اور سنت کی روشنی میں یہ فیصلہ جو بھی اختیار کیا گیا ہے اس کی کیا حیثیت ہے۔اس پہلو سے جب میں نے قرآن کریم پر غور کیا تو سب سے پہلے تو میری توجہ اس آیت کی طرف مبذول ہوئی جس کی میں نے آج کی آیات میں سے پہلے تلاوت کی تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ
مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۹

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لانے والے ہو! اے محمد مصطفی ﷺ کے غلامو! جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہ دو اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے ردعمل میں مشتعل ہو کر وہ تمہارے سچے خدا کو بھی گالیاں دینے لگیں گے۔اس طرح اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ان کے اعمال حسین کر کے دکھاتا ہے جبکہ واقعۃً وہ حسین نہیں ہوتے اور حقیقت میں تمہارے اعمال کا فیصلہ تو اسی وقت ہوگا جب تم خدا کے حضور لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں مطلع فرمائے گا کہ تمہارے اعمال کی حیثیت کیا تھی۔گویا یہ فیصلہ کہ نیتیں صاف تھیں

یا نہیں، دعوے سچے تھے یا جھوٹے تھے اور ان کے نتیجہ میں حسین اعمال پیدا ہوئے یا بداعمال نے جنم لیا اس فیصلہ کا دن قیامت کا دن مقرر فرمایا گیا اور اس فیصلہ کا اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ لیکن جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے وہ بالکل واضح ہے اور حیرت انگیز تعلیم ہے کہ سب سے پہلے اللہ کی عزت اور احترام کے قیام کے لئے یہ تعلیم دی گئی کہ ان جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہ دو جن کا یا تو وجود کوئی نہیں یا وہ خواہ مخواہ خدا کی خدائی پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں اور قابل نفرت وجود ہیں۔ دونوں صورتوں میں خواہ وہ فرضی خدا ہوں یا دنیا کے کیڑے مکوڑے جنہیں خدا بنا دیا گیا ہو دونوں صورتوں میں اگر گالیاں کھانے کا حق ہے تو ان کا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو بھی گالیاں نہیں دینی اور یہ گالیاں نہ دینے کی وجہ اللہ کی محبت بیان فرمائی۔ کیسا گہرا فلسفہ ہے، کیسی گہری حکمت ہے جو محبت کے پس منظر میں کارفرما ہے اور محبت کی سچائی کا مظہر بن جاتی ہے۔ اگر کسی کو اللہ سے محبت ہے تو اس کی محبت کی خاطر غیر اللہ کو بھی گالیاں نہ دے کیونکہ اگر غیر اللہ کو گالیاں دے گا تو اشتعال پیدا ہوگا اور غیر اللہ اس کے بدلے میں اس کے پیارے، اس کے محبوب آقا کو گالیاں دینے لگے گا۔ کیسی عجیب تعلیم ہے کہ اللہ کی ناموس کی حفاظت غیروں کی ناموس کی حفاظت کے ذریعہ کرائی جارہی ہے۔ اس سے زیادہ شاندار، اس سے زیادہ عالمگیر امن کی متحمل تعلیم کا تصور ہی ممکن نہیں اور جس چیز کو اولیت ہے اسے اولیت دی جارہی ہے۔ رسول کی عزت تو خدا سے بنتی ہے۔ رسول کا وجود تو خدا کی محبت کے نتیجہ میں متشکل ہوتا ہے۔ اگر خدا کی محبت نہ ہو اور خدا کی عزت اور خدا کا احترام نہ ہو تو رسالت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ پس قرآن کریم نے جہاں ناموس کا ذکر فرمایا اور اس کی خاطر دل آزاری سے روکا وہاں اللہ کی ذات کو پکڑا جو ہر چیز کی بنیاد ہے جو ہر روح کا سرچشمہ ہے اور ہر سچائی اس سے پھوٹتی ہے، سب عزتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں اور اس کے سوا کوئی بھی حقیقت نہیں۔

پس یہ قانون مجھے عجیب لگا کہ ناموس رسول کی باتیں تو ہو رہی ہیں مگر وہ رسولؐ جس کا سارا وجود اللہ کی ناموس کے قیام کی خاطر تھا جس کی ساری محبتیں اللہ کی خاطر تھیں اس رسولؐ کے محبوب کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ اس آقا و مولیٰ واحد خدا کی عزت و احترام کے لئے کوئی قانون نہیں اور پھر اس آیت سے یہ حکمت بھی نہ سیکھی کہ اگر قرآنی تعلیم کی روشنی میں اور قرآنی اصول کی روشنی میں تم حقیقتاً حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت رکھتے ہوئے آپؐ کے احترام کا قیام چاہتے ہو تو اس طرح بات

شروع کرو کہ آنحضرت ﷺ کے مقابل پر جتنے بھی غیر مذاہب کے انبیاء موجود ہیں، مقابل پر ان معنوں میں کہ آج کل کی دنیا میں مقابل پر ہیں ورنہ حقیقت میں تو کوئی بھی نبی دوسرے نبی کے مقابل پر نہیں ہوا کرتا۔ مگر آج کے زمانہ میں دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں سچے مذاہب تو الگ رہے جن کو تم یقیناً جھوٹا سمجھتے ہو ان کے سربراہوں کی بھی عزت کی تعلیم دو ان کی ناموس کے متعلق قانون پاس کرو اس بناء پر کہ تمہیں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے سچی محبت ہے اور تم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کہیں کوئی شخص کسی مذہب کے راہنما کا دل دکھائے اور اس کے نتیجہ میں وہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ یہ ہے قرآنی تعلیم، یہ ہے اس کا عالمگیر حسن۔ اس کی کوئی مثال دنیا میں کہیں نظر نہیں آسکتی۔

آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ اگر سچا ہے تو قرآنی اصول کے مطابق پہلے یہ قانون پاس ہونا چاہئے کہ اس ملک میں ہم کسی مذہب کے راہنما کو بے عزت کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم اس راہنما کو سچا سمجھتے ہیں، خواہ وہ سچا ہو خواہ وہ جھوٹا ہو، جھوٹے خداؤں سے بدتر وہ بہر حال نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ اسے ایک جھوٹا خدا کہہ سکتے ہو۔ قرآنی تعلیم کے مطابق ہم ہرگز اس ملک میں اجازت نہیں دیں گے کہ کسی مذہب کے راہنما، کسی مذہب کے سردار، کسی مذہب کے بانی کی کسی رنگ میں بھی بے عزتی کی جائے کیونکہ اس کے نتیجہ میں یہ خدشہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے خلاف جذبات مشتعل ہو جائیں اور کوئی گستاخی کا کلمہ منہ سے نکل جائے۔ اگر فطرتاً دیکھیں تب بھی یہی قانون ہے جو دراصل کام کر سکتا ہے اور محبت کے تقاضوں کو اگر کسی طرح کوئی قانون پورا کر سکتا ہے تو یہی قانون ہے جو پورا کر سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس سے پیار ہو، جس سے محبت ہو انسان یہ تو نہیں چاہتا صرف کہ وہ اس کے خلاف منہ سے کچھ نہ بولے اور دل میں اس کو گالیاں دیتا رہے۔ دل کی گالیوں کو کیا کریں گے۔ جب تک ان موجبات اور محرکات کو دور نہ کریں جو دل میں اشتعال پیدا کرتے ہیں اور دلوں میں گالیاں بناتے ہیں۔ تو جس سے سچا عشق ہو اس کی خاطر انسان ہر وہ کام کرتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں اس محبوب کی دشمنی کم ہو جائے۔ شریفانہ تہذیب کی حدود کے اندر آ جائے۔ جس کے بعد مخالفت گالی گلوچ پر منتج نہیں ہوا کرتی۔ ایسی حیرت انگیز تعلیم ہے کہ اگر آج اسے دنیا اپنا لے تو مذہبی لحاظ سے ساری دنیا میں امن کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قادیان میں جماعت احمدیہ کی طرف سے پیشوایان مذاہب کے جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔ اس زمانہ میں ہندو اکثریت کے علاقوں میں جہاں صرف یہی نہیں کہ ہندو اکثریت میں تھے بلکہ عیسائی راج ہونے کی وجہ سے عیسائیوں کی بھی زبانیں کھلی ہوئی تھیں، سکھ بھی بعض علاقوں میں بڑے متشدد تھے اور وہ ان محدود علاقوں میں مسلمانوں پر غالب اکثریت بھی رکھتے تھے۔ بعض علاقوں میں بدھ غالب تھے، بعض علاقوں میں اور دیگر مذاہب کے لوگ غالب تھے۔ جس طرح چاہتے وہ اسلام کی ہتک کرتے اور رسول اسلام کے خلاف گستاخی سے پیش آتے تھے اور کتاب اللہ کی بے عزتی سے بھی نہیں چوکتے تھے اور اسلام کے خدا کا بھی تمسخر اڑاتے تھے۔

جماعت احمدیہ کو چونکہ اللہ اور رسول اور کتاب اور ملائکہ اور ان سب مقدس باتوں سے حقیقی پیار تھا جو ہمارے ایمان کا جزو ہیں اس لئے وہی ترکیب سوجھی جماعت احمدیہ کے خلیفہ کو جو قرآن نے سکھائی تھی ، وہی اصول تھا جو قرآن سے لیا اور اس کی روشنی میں ایک لائحہ عمل طے کیا گیا اور تمام ہندوستان میں بانیان مذاہب کی عزت کا دن منایا جانے لگا۔ مسلمان دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی تعریف کرتے تھے اور دوسرے مذاہب کے بزرگ مسلمان بزرگوں کی تعریف کرتے تھے اور ایسا لطف آتا تھا کبھی عیسائی کے منہ سے کبھی ہندو کے منہ سے، کبھی سکھ کے منہ سے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا سیرت کا کلام سن کر روح وجد میں آجاتی تھی اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے گن گانے ہیں ہم حضرت کرشن کے حسن اخلاق پر روشنی ڈالیں گے یا حضرت بابا گرو نانک کی اعلیٰ سیرت بیان کریں گے تو پھر وہ لوگ محنت کرتے تھے، توجہ سے، غور سے سیرت کا مطالعہ بھی کرتے تھے اور اس زمانہ میں ان جلسوں کی جو روئیداد موجود ہے، پڑھ کر دل درود بھیجتا ہے حضرت محمد مصطفی ﷺ پر کہ کیسی عظیم کتاب آپ کو اللہ نے عطا فرمائی اس کتاب کی روشنی ہی میں یہ ساری روشنی جماعت احمدیہ کو دنیا میں پھیلانے کی توفیق مل رہی ہے۔ نہایت ہی پیارا ماحول تھا امن اور آشتی کا اور محبت کا۔ ہماری نظر تو اس بات پر رہتی تھی کہ کب کوئی غیر حضور اکرم ﷺ کی تعریف کرے۔

یہ دن بھی آج دیکھنے پڑے ہیں کہ جو محبت کرنے والے ہیں ان کے منہ سے بھی تعریف لوگوں کو تکلیف دینے لگی ہے۔ عجیب عشق ہے یہ کہ عشق کے سارے پیمانے الٹ دیئے گئے ہیں، عشق کے سارے اسلوب بدل دیئے گئے ہیں۔ اب تو عشق کے تقاضے ان لوگوں کے یہ رہ گئے ہیں کہ جس

سے ہمیں محبت ہے اس کا تم محبت سے نام لو گے تو ہمیں اتنا طیش آئے گا کہ ہم تمہیں رسوا کریں گے، ہم تمہیں گلیوں میں گھسیٹیں گے، ہم تمہیں قید کریں گے، اگر بس چلے گا تو ہم تمہیں خنجر ماریں گے اور جب تک تمہیں ذلیل اور رسوا اور نیست و نابود نہ کرلیں ہمارے دل کو ٹھنڈ نہیں پڑے گی کہ تم نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی محبت کا اظہار کیا ہے۔

پس قرآن کی بنیاد کو چھوڑا تو ہر بنیاد پاؤں تلے سے نکل گئی۔ یہی وہ تعلیم ہے جس کو آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے اس طرح بھی بیان فرمایا کہ اگر تم ایک انچ بھی سر کے اس تعلیم سے جو ہم نے تمہیں دی ہے تو تم کسی بات پر بھی قائم نہیں رہو گے۔ ایسا اکھڑو گے کہ نہ تمہاری دنیا رہے گی نہ تمہارا دین باقی رہے گا۔ پس سچی حقائق پر مبنی تعلیمات کی ایک یہ خوبی بھی ہے، اور یہ پہچان ہے جو وجہ امتیاز ہے ان کے اندر اور دوسری تعلیمات کے اندر کہ ان میں سے اگر ایک اصول کو آپ چھوڑتے ہیں تو شجرہ خبیثہ بن جاتے ہیں۔ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (ابراہیم: ۲۷) جسے زمین سے اکھیڑ کر پھینک دیا گیا ہو ہوائیں کبھی ایک طرف دھکیل کرلے جاتیں ہیں اور کبھی دوسری طرف لے جائیں اور کوئی قرار اس کو نصیب نہ رہے۔ پس اس بنیادی حقیقی، سچی تعلیم کو چھوڑ کر کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ دیکھئے پاکستان کے مسلمان علماء کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور پاکستان کی حکومت کو کیسے کیسے عجیب قوانین بنانے پر مجبور کر دیا۔

جہاں تک آنحضرت ﷺ کی ہتک یا گستاخی کا تعلق ہے اس ضمن میں بھی قرآن کریم میں آیات موجود ہیں اور کثرت سے آیات موجود ہیں۔ صرف آپؐ ہی کی گستاخی کا ذکر نہیں آپؐ سے قبل گزشتہ انبیاء کو دکھ دینے کا اور ان کی گستاخیوں کا بھی ذکر ہے۔ مگر یہ عجیب بات ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے کہ کسی ایک جگہ بھی انسان کو یہ اختیار نہیں دیا کہ ان گستاخیوں کی سزا اس دنیا میں ان گستاخوں کو دے۔ گستاخیوں کا ذکر ہے، دل دکھانے کا ذکر ہے، شدید اذیت پہنچانے کا ذکر ہے لیکن ایک مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ اختیار نہیں دیا کہ میرے محبوب بندوں کی گستاخی کے نتیجہ میں تم ان کو سزا دو۔ صبر کی تعلیم دی ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ میں ان کی گستاخی کی سزا دوں گا۔ اگر یہ بات تمہیں تسلی نہیں دیتی کہ قیامت کے دن دوں گا تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس دنیا میں بھی ان کو

ذلیل کروں گا اور آخرت میں بھی ذلیل کروں گا لیکن یہ فیصلہ میں اپنے ہاتھ میں رکھوں گا، اس پر عمل درآمد میں اپنے ہاتھ میں رکھوں گا، تمہیں کوئی اختیار نہیں۔ تو جب قرآن اختیار نہیں دیتا تو پھر غیر اللہ کو اختیار کیسے حاصل ہو گیا کہ جو قرآن نے اختیار نہیں دیا وہ اپنے ہاتھ میں لے لیں؟

بعض آیات جو میں نے چنی ہیں ان میں سے ایک کی آج میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۷﴾

کہ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا تم بھی بکثرت اس پر درود بھیجو اور اس پر سلام بھیجو اور اپنے سارے وجود کو اس کے سپرد کردو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کو دکھ پہنچاتے ہیں وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کو لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اللہ ان پر لعنت فرماتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا اور سزا کے طور پر ان کے لئے رسوا کن عذاب مقرر فرما دیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ لیکن اللہ تو اپنے پیاروں کی اتنی غیرت رکھنے والا ہے کہ صرف نبیوں کو دکھ پہنچانے والوں کے خلاف اقدام نہیں فرماتا بلکہ تم عام مومنوں کے لئے بھی وہ غیرت رکھتا ہے۔ تم سے بھی ایسا پیار کرتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وہ لوگ جو مومنوں یعنی عام ایمان لانے والوں اور عام ایمان لانے والیوں کو دکھ پہنچاتے ہیں بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا ایسے دکھ پہنچاتے ہیں جن کا جواز کوئی نہیں کسی ایسے فعل کے نتیجہ میں دکھ نہیں پہنچاتے جو ان سے سرزد ہوا ہو۔ فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا انہوں نے بہت ہی بڑا بہتان اٹھالیا اپنے سر پر اور بہت ہی بڑا کھلا کھلا گناہ اٹھالیا یعنی اس کی بھی سزا اللہ تعالیٰ ان کو دے گا۔

اس آیت میں یہ ایک بات زائد فرمائی گئی بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی ایسا کسب کیا ہو جس کے نتیجہ میں ان کو دکھ پہنچایا جانا چاہئے۔ یہ وہ تفریق ہے جو رسولوں اور مومنوں کے درمیان ہے اور یہ تفریق ہمیشہ قائم رہے گی۔ جہاں رسولوں کو دکھ پہنچانے کا ذکر ہے یا

آنحضرت ﷺ کو دکھ پہنچانے کا ذکر ہے وہاں اس بات کا ذکر ہی نہیں فرمایا کہ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا کیونکہ ناممکن ہے کہ رسول سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جس کے نتیجہ میں کسی فرد بشر کے لئے یہ جائز ہو جائے کہ وہ اس کو تکلیف پہنچائے ۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا خصوصاً حضور اکرم ﷺ جو رحمت للعالمین تھے ان کے متعلق اشارةً یہ ذکر کرنا بھی ان کی شان کے خلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو۔ ہاں مومنوں سے ایسا ممکن ہے فرمایا کہ اگر مومنوں سے تمہیں تکلیف پہنچے تو میں ان کی ناجائز حمایت نہیں کروں گا۔ کیسا عظیم الشان انصاف کا تصور پیش فرمایا جارہا ہے، کوئی انصاف کے معاملہ میں مذہبی تفریق نہیں ہے۔ فرمایا اگر تم دکھ دو گے مومنوں کو تو میں یہ ضرور دیکھوں گا کہ مومنوں کی غلطی کی وجہ سے تو تمہیں تکلیف نہیں پہنچی اور اس کے نتیجہ میں تو کوئی دکھ نہیں پہنچایا جارہا۔ اگر ایسا ہوگا تو میں ان کا ضامن نہیں ہوں لیکن اگر بغیر جرم کے، بغیر ارتکاب جرم کے تم نے ان کو کوئی تکلیف پہنچائی تو میں ان کا ولی ہوں اور لازماً میں تم سے ان کا انتقام لوں گا۔

یہ تعلیم ہے اور اس سارے عرصہ میں کہیں بھی بندوں کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ ایسے موقع پر تم فرمانروائی کے اختیار اپنے ہاتھ میں لے لو اور خود میری طرف سے ایسے لوگوں کو سزائیں دینی شروع کرو۔

پھر فرمایا:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ (التوبہ: ۶۱-۶۳)

فرماتا ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ اس آیت میں ان اعتراض کرنے والے اور آنحضرت ﷺ کی گستاخی کرنے والوں کو جو آپؐ کے دور میں زندہ وجود تھے جن کا صحابہؓ کو علم تھا، ان کی نشاندہی مزید فرمادی۔ گویا کہ اب یہ ابہام نہیں رہا کہ وہ کون لوگ

ہیں جو آنحضرت ﷺ سے گستاخی سے پیش آتے ہیں اور اس کے باوجود ان کے لئے کوئی دنیا کی سزا ایسی تجویز نہ فرمائی جس کا جاری کرنا انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ دوبارہ اس عہد کو دہرایا کہ میں ضامن ہوں ان کا اور میں ان کے لئے غیرت رکھتا ہوں، میں ان کے لئے سزا تجویز کروں گا اور میں ہی اس سزا پر عمل کرواؤں گا۔

فرمایا ایسے لوگ بھی تھے بدبخت جو حضرت رسول کریم ﷺ کے متعلق عام پروپیگنڈا کرتے تھے۔ هُوَ اُذُنٌ کہ یہ تو ہر وقت لوگوں کی باتیں سنتا رہتا ہے اور کان کا کچا ہے۔ عربی میں محاورہ ہے اُذُنٌ جس کا مطلب ہے کان ہے، مجسم کان ہے اردو میں ہم کہتے ہیں کان کا کچا ہے۔ تو رسول کریم ﷺ کے متعلق منافقین یہ کہتے تھے کہ ایسا کان کا کچا ہے نعوذ باللہ من ذالک کہ جو چغلی کھائے اس کی بات سن کر دوسرے پر ناراض ہو جاتا ہے۔ ہمارا قصور ہو یا نہ ہو ہمارے خلاف یک طرفہ باتیں سن کر بعض فیصلے صادر فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں کان تو ہے لیکن اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ تمہارے لئے بدی کا کان نہیں بھلائی کا کان ہے۔ جب اچھی باتیں سنتا ہے تو بڑی محبت سے جھک کر سنتا ہے اور بہت پیار سے ان کو قبول فرماتا ہے لیکن جب بدی کی باتیں سنتا ہے تو اس کان میں یہ فطرت ہی نہیں ہے کہ ان کو قبول کرلے۔ صرف اُذُنُ خیر ہے اُذُنُ بد نہیں ہے۔

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کی خاطر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کی باتوں پر ایمان لاتا ہے یہاں صلہ بدل کر مضمون بدل دیا۔ فرمایا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ ایمان باللہ کا مطلب ہے اللہ کی ذات پر ایمان لاتا ہے وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ لِ نے یہ مضمون پیدا کیا کہ ایمان لاتا ہے مومنوں کی خاطر یعنی جو چیزیں مومنوں کی بھلائی کی ہیں ان کو قبول فرمالیتا ہے جو چیزیں تو مومنوں کی برائی کی ہیں ان کو رد فرما دیتا ہے۔ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لئے مجسم رحمت ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور وہ لوگ جو اللہ کے رسول کو دکھ پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اٹھو اور ان کو قتل کردو، اٹھو اور ان کو عمر قید کی سزا دو، اٹھو اور ان کو ذلیل کردو یا ان کے گھروں کو آگ لگا دو۔

پھر فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝

(التوبہ:۵۸)

ایک اور گروہ کا ذکر فرمایا کوئی طریق ایسا نہیں تھا جو دکھ دینے کا ہو اور آنحضرت ﷺ کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔ ایک الزام آپؐ پر یہ لگاتے تھے کہ یہ نعوذ باللہ من ذٰلک صدقات کھا جاتا ہے یا اپنوں کو دے دیتا ہے اور جن سے تعلق نہ ہو ان کو نہیں دیتا، انصاف سے تقسیم نہیں کرتا۔ حیرت انگیز بات ہے آنحضرت ﷺ تو نبوت کے دعویٰ سے پہلے بھی عرب میں امین کہلاتے تھے، گندے سے گندا دشمن بھی انگلی نہیں رکھ سکتا کہ ایک موہوم سا واقعہ بھی ایسا گزرا ہو جس پر آنحضرت ﷺ کی امانت پر الزام لگایا جا سکے اور یہ بدبخت دعویٰ نبوت کے بعد جبکہ امین کو اپنی امانت میں اور زیادہ محتاط ہونا پڑتا ہے پھر یہ الزام لگانے سے نہیں چوکتے تھے کہ نعوذ باللہ من ذٰلک اموال کی تقسیم میں امین نہیں ہیں، خیانت کرنے والے ہیں۔ فرمایا ان کا تو یہ حال ہے یہ کمینے لوگ ہیں جب ان کو کچھ مل جاتا ہے تو راضی ہو جاتے ہیں اور جب نہیں ملتا تو ناراض ہو جاتے ہیں ان سے کیا معاملہ کرنا ہے اس دنیا میں اور یہ کہہ کر اس مضمون کو چھوڑ دیا گیا۔ خدا جو سلوک فرمائے گا وہ فرمائے گا۔ جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے ان کی تسلی کے لئے یہی ان کی خصلت کا اظہار کافی سمجھا گیا کہ خدا فرماتا ہے کمینے لوگ ہیں، گھٹیا لوگ ہیں۔ جب ان کو ملتا ہے تو راضی ہو جاتے ہیں، جب نہیں ملتا تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ نہ ان کی ناراضگی کے کچھ معنی ہیں نہ ان کی رضا کے کچھ معنی ہیں۔

پھر کچھ اور قسم کے بھی الزام لگاتے تھے جن کا بڑی لطافت سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مقدس ذات کے متعلق وہ الزام دوہرائے نہیں گئے لیکن ایک ماضی کے شیشہ میں ان کی Reflection دکھائی گئی ہے۔ یہ بھی قرآن کی فصاحت و بلاغت کا ایک کمال ہے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۗ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ (الاحزاب:۷۰)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى ہرگز ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے موسیٰؑ کو تکلیفیں دی تھیں۔ فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا اللہ تعالیٰ

نے موسیٰؑ کو ان تمام الزامات سے بری فرمادیا جو اس پر لگائے جاتے تھے۔ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا اور اللہ کے نزدیک وہ بہت صاحب مرتبت انسان تھا۔ حضرت موسیٰؑ پر جو الزام لگائے گئے ان کی تفصیل بائیبل میں ملتی ہے اور وہ کئی قسم کے گندے الزام تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان الزامات کو دوہرانے کی بجائے ایک ماضی کے شیشہ میں ان الزامات کی تصویر اتار دی جو حضور اکرم ﷺ پر اس زمانہ میں لگائے جارہے تھے اور مومنوں کو نصیحت فرمائی کہ ویسے نہ بن جانا جیسے موسیٰؑ کی قوم تھی۔

اب ان سب جگہوں میں عجیب بات ہے صاحب ایمان لوگ مخاطب ہیں اور مسلمان سوسائٹی کا ذکر ہو رہا ہے اور عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کو نصیحت کی جارہی ہے کہ تم آنحضرت ﷺ کی گستاخی سے باز رہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان سوسائٹی کے اندر ایسے منافق لوگ موجود تھے جن کے متعلق مسلمان سوسائٹی کو علم تھا کہ یہ بدخلق لوگ ہیں، بدتمیز لوگ ہیں اور ان کے ایمان کھوکھلے ہیں اور اس قدر بے حیا ہیں کہ دنیا کے سب سے زیادہ مقدس وجود پر الزام تراشی سے بھی باز نہیں آتے۔ ان سب باتوں کا ذکر ہے لیکن ایک جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ ان کا قتل وغارت شروع کردو، ان کو تباہ کردو، ان کے گھر لوٹ لو، ان کے اموال چھین لو، ان کو زندہ رہنے کا حق نہ دو کیونکہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی خاطر تو کائنات بنائی گئی ان لوگوں کا کیا حق ہے کہ آنحضرت ﷺ پر طعن کریں اور آپؐ کو کسی قسم کا دکھ پہنچائیں۔

ان سب کے علاوہ ایک عجیب ذکر قرآن کریم میں یہ بھی ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ایک غزوہ سے لوٹتے ہوئے ایک بدبخت انسان نے دنیا کا سب سے ذلیل انسان کہا۔ اتنا شدید لفظ ہے کہ اس سے زیادہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے بے عزتی اور گستاخی کا کوئی تصور ممکن ہی نہیں۔ قرآن کریم اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ
مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀ (المنافقون:۹)

یعنی وہ یہ کہتے ہیں لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ تو مدینہ سے سب سے زیادہ معزز انسان سب سے زیادہ ذلیل انسان کو نکال دے گا اور یہ بھی قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے کہ یہاں نام نہیں لیا بلکہ اس الزام کو بغیر واضح کئے اسی طرح پیش فرما دیا۔ اس میں حکمت کیا تھی۔

اس حکمت کے متعلق واقعہ بھی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں فرمایا وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ غزوہ بنی مصطلق کے بعد مدینہ واپس آتے ہوئے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا ہوا تھا وہاں حضرت عمرؓ کے ایک غلام کی انصار کے حلیف قبیلہ کے ایک شخص سے تو تو میں میں ہوگئی۔ پانی پر عربوں کے جھگڑے چل پڑا کرتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر۔ وہ چونکہ انصار کے حلیف قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے عرب دستور کے مطابق دہائی دی کہ اے انصار میں دہائی دیتا ہوں کہ تمہارے حلیف قبیلے کی بے عزتی ایک ایسے شخص نے کی ہے جو ہمارا حلیف نہیں ہے یعنی مکہ کا رہنے والا ہے۔ وہ تو مسلمان نہیں تھا۔ اس نے تو پرانے عرب طریق کے مطابق اس غیرت کو اکسایا جو عربوں میں معروف تھی اور جس کے نتیجہ میں بڑی تیزی کے ساتھ عرب قبائل مشتعل ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہی نتیجہ نکلا۔ انصار بڑی تیزی سے اس آواز کو سن کر دوڑتے ہوئے اس پانی پلانے کی جگہ پر اکٹھے ہوگئے اور جب مہاجرین کو پتہ چلا کہ اس طرح انصار اپنے حلیف قبیلہ کی مدد کے لئے پہنچے ہیں تو بطور مسلمان کے نہیں بطور مہاجرین کے وہ حضرت عمرؓ کے غلام کے گرد اکٹھے ہونا شروع ہوگئے اور قریب تھا کہ شدید کشت و خون ہو جائے۔ اس وقت بعض صاحب فہم، صاحب ادراک اعلیٰ درجہ کے مومنین نے ہوش سے کام لیتے ہوئے لوگوں کو سمجھایا کہ تم جاہلیت کی باتوں کی طرف لوٹ رہے ہو۔ اسلام اس قسم کی تعلیم نہیں دیتا۔ چنانچہ انصار اور مہاجرین کی یہ لڑائی جس کے شدید احتمال تھا اس طرح ٹل گئی۔

لیکن اس واقعہ کا آنحضرت ﷺ کی طبیعت پر بھی بہت اثر پڑا اور منافقین نے بھی اس سے استفادہ کی کوشش کی۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی بن سلول جو منافقوں کا سردار تھا وہ بھی اس غزوہ میں اپنے ایک ٹولے کے ساتھ شامل تھا۔ اس کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا اور اس نے یہ باتیں شروع کر دیں کہ دیکھو یہ نتیجہ نکلا ہے غیروں کو پناہ دینے کا۔ ہمارے پرانے دوستوں سے ہمیں الگ کر دیا اور پھر باہر سے آ کر ہمارے دوستوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے گویا ہمیں ذلیل کیا جا رہا ہے۔ عام طور پر یہ

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بات عبداللہ نے کہی لیکن قرآن کریم یہاں جمع کا صیغہ استعمال فرما رہا ہے اور یہ بات بھلا دی جاتی ہے ۔فرمایا: يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ نہیں فرمایا يَقُول بلکہ فرمایا وہ لوگ کہہ رہے ہیں یعنی ایک سے زیادہ آدمی یہ کہنے لگ گئے تھے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک پورا جتھا تھا۔ ابتداءً تو عبداللہ ہی نے یہ بات کہی مگر اس بات میں اتنی طاقت پیدا ہوگئی تھی نعوذ باللہ من ذٰلک کہ وہ بات عام لوگوں میں کہی جانے لگی تھی۔ منافقین کا ایک گروہ تھا جو اس بات کو لے اڑے اور یہ کہنے لگ گئے اور کھلم کھلا گستاخی کا کلمہ آنحضرت ﷺ کے متعلق استعمال کرنے لگے کہ جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو جو ہم میں سے سب سے معزز ہے وہ نعوذ باللہ من ذٰلک آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے، ہم میں سے جو سب سے ذلیل ہے اس کو مدینہ سے نکال دے گا۔

یہ بات سن کر صحابہؓ میں شدید ردعمل پیدا ہوا اور بعض صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ بھی پیشکش کی کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اسے قتل کر دیں ۔ یہ تو خیر ایک لمبا واقعہ ہے اس کا دلچسپ حصہ یہ ہے کہ عبداللہ کا بیٹا اپنے باپ کی طرح منافق نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ سے غیر معمولی محبت رکھتا تھا اور اخلاص رکھتا تھا۔ اس نے جب یہ باتیں سنیں کہ اتنا بڑا جرم میرے باپ سے سرزد ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس کے قتل کا حکم دے دیں تو وہ خود رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرے باپ سے ایک ایسی بڑی بدبختی ہوئی ہے کہ اس کے نتیجہ میں بعید نہیں ہے کہ آپؐ اس کے قتل کا حکم صادر فرما دیں ۔ یہ درست ہوگا ، اس فیصلہ پر مجھے کوئی اعتراض نہیں، میری صرف یہ خواہش ہے کہ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے باپ کا سر اتار کر آپؐ کے قدموں میں لا کے رکھ دوں ۔ ایسی غیرت ایسی جوش میں آئی تھی اس کے ایمان کی، کہ ایسا عظیم اس نے اخلاص کا نمونہ دکھلایا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں بھی صبر کی تلقین فرمائی ، اس کے جرم سے اعراض فرمایا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ کہیں کہ محمد ایسا نبی تھا کہ اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا رہتا تھا۔ عجیب ہے کہ جس کے متعلق خدا بھی گواہی دیتا ہے کہ وہ منافق ہے اور ذلیل ترین انسان ہے۔ جس کے منافقوں کا سردار ہونے کے بارے میں بھی کوئی شک نہیں ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ متنبہ فرماتا ہے کہ اگر تو اس کے بارہ میں ستر دفعہ بھی استغفار کرے گا تب بھی میں نہیں سنوں گا۔ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت ﷺ کا دل اتنا نرم اور اتنا گداز ہے کہ شدید ترین گستاخی کا مرتکب

ہونے کے باوجود، طلب کے ہوتے ہوئے بھی کہ اس کا سر اڑا دینا چاہئے پھر بھی آپؐ انکار فرماتے ہیں اس کا اور شفقت اور رحمت کی انتہاء دیکھئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں لوگ یہ نہ کہیں اپنے ساتھیوں کو مرواتا ہے۔ وہ اس لائق نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کا ساتھی کہلائے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھیوں کی جو صفات قرآن میں بیان فرمائی گئی ہیں ان میں سے تو کوئی ایک صفت بھی اس شخص میں پائی نہیں جاتی تھی۔ یہ صرف رحمت اور شفقت کا ایک انتہائی اظہار تھا۔ فرمایا کہ کہیں یہ نہ کہیں لوگ کہ اپنے ساتھیوں کو مروادیا کرتا تھا۔

اگر قرآن کا کوئی حکم ہوتا، اگر خدا کا کوئی واضح حکم ہوتا کہ نبی کی گستاخی پر اس کی قوم پر لازم ہے کہ وہ اسے قتل کرے تو کیا اس حکم کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو تو اطلاع نہیں ہوئی تھی اور آج چودہ سو سال کے بعد پاکستان کے ملاؤں کو یہ اطلاع ملی ہے۔ یعنی شارع نے تو محمدؐ کو اطلاع دے دی آپؐ کو اس کا علم بخشا، آپؐ کو اس کی حکمت عطا فرمائی لیکن آپؐ تو اس بات کو سمجھ نہیں سکے نعوذ باللہ من ذالک اور آج چودہ سو سال کے بعد آج کے ملاں یہ سمجھ گئے کہ نہیں، اصل شریعت یہی ہے اور یہی شریعت کا حکم ہے۔ یہ ہے گستاخی رسول اکرم ﷺ کی، اگر گستاخی کی سزا ہے تو ان گستاخوں کو ملنی چاہئے جنہوں نے آنحضور ﷺ سے آگے قدم رکھا ہے۔ آپؐ سے آگے تو کوئی قدم نہیں رکھ سکتا لیکن آپؐ سے آگے قدم رکھنے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ ہی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی شدید گستاخی ہے۔ پس سب سے پہلے تو ان گستاخوں کو سزا ملنی چاہئے جنہوں نے شریعت کے کاروبار اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور اپنے آپ کو خدائی کا مقام بھی دے دیا کہ جس طرح چاہیں ہم شریعت میں تبدیلی پیدا کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء تھے ان کے گستاخوں کا تعلق ہے قرآن کریم میں ہر جگہ جہاں جہاں بھی ذکر ملا ہے وہاں خدا کی طرف سے ان کو سزا دینے کے عہد کی تکرار کی گئی ہے اور کسی جگہ بھی بندوں کو اس بات پر مامور نہیں فرمایا گیا کہ اس سزا کے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لو۔ کیا وجہ ہے جبکہ دوسرے ادنیٰ جرائم کے نتیجہ میں حدود قائم کر دی گئیں، کھلی کھلی تعلیم دے دی گئی۔ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، زنا کی سزا سو کوڑے لگانا ہے غرضیکہ اور اس قسم کی حدود قائم فرمادی گئیں ہیں۔ اتنے بڑے جرم کے متعلق کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی۔

اس کے پیچھے حکمت ہے، حکمت یہ ہے کہ اس قسم کی سزا کا اختیار دینا اصلاح کی بجائے فساد کو بڑھانے کا موجب بن جاتا۔ جرائم میں ایک بات واقعہ ہوتی ہے اور گستاخی کا جو فعل کسی کی طرف منسوب ہوتا ہے اس میں عملاً کچھ واقعہ نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ بجائے کسی واقعہ کا ثبوت پیش کئے کسی کی طرف کوئی گستاخی منسوب کر دے۔ دنیا سے امن اٹھ جائے اگر اس قسم کی گستاخیوں کی کوئی بھی سزا مقرر کی جائے۔ جتنی سوسائٹی گندی ہو اتنا ہی زیادہ بدامنی کا موجب ہو جائے گی یہ سزا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے۔ ان کی کمزوریوں پر بھی اس کی نظر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خواہ میری یا میرے نبی کی ناموس کی خاطر ان کو اجازت دی جائے مگر ان کے دل اس اجازت سے استفادہ کرنے کے اہل نہیں ہیں، اگر آج ہیں تو کل نہیں رہیں گے اور ہوسکتا ہے کہ میری ناموس کے نام پر بالکل برعکس نتائج بھی نکالے جائیں یا میرے رسولؐ کی ناموس کی حفاظت کی خاطر گستاخان رسول ناموس رسول کی حفاظت کرنے والوں کو سزائیں دینے لگیں۔ یہی وہ خطرہ تھا جو آج حقیقت بن چکا ہے پاکستان میں اور دن بدن اس کی بھیانک صورت مزید ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔

جہاں تک پاکستان کے فرقوں کا تعلق ہے اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ آج اس قانون کو پاس کرتے وقت آپس میں انہوں نے یہی باتیں کی ہیں کہ ہم نے تو احمدیوں کو جھوٹا کرنے اور ذلیل کرنے کی خاطر ایک ہتھیار بنایا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے ہمیں نپٹنے دو۔ احمدیوں کی جان، مال اور عزت تمام پاکستان کے مسلمانوں پر اس قانون کے ذریعہ ہم حلال کر دیں گے۔ ہر کس و ناکس جو چاہے گا جس عاشق رسول پر جب چاہے گا الزام لگائے گا کہ اس نے نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت ﷺ کی گستاخی کی تھی اور اس کے نتیجہ میں یا اسے موت کی سزا دی جائے گی یا اسے بیس سال قید کی سزا دی جائے گی اور اگر کوئی خود اپنے ہاتھ میں یہ قانون لے بیٹھے گا تو اسے معمولی سی سرزنش کے بعد معاف کر دیا جائے گا کہ عملاً اس نے قانون کی روح کے مطابق کام کیا ہے۔

یہ سازش ہے جو انہوں نے آپس میں پکائی ہے۔ مگر اس سازش نے یہاں تو نہیں ٹھہرنا۔ انہی فرقوں کا جب آپ جائزہ لیں تو بہت کھلی ہوئی ایسی حقیقت ہے جس پر پردہ ڈالا ہی نہیں جاسکتا کہ بریلوی شدت کے ساتھ اس وہابی فرقے پر جو اس قانون کے بنانے میں سب سے زیادہ عمل پیرا

رہا ہے یہ الزام لگاتے رہے ہیں اور آج بھی لگا رہے ہیں کہ تمام اسلامی فرقوں میں سب سے زیادہ گستاخ رسول یہ لوگ ہیں۔ بعض جگہ تو ذکر کر کے باقی فرقوں کا پھر نام لیا گیا ہے۔ احمدیوں کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے کہ یہ سارے فرقے نعوذ باللہ من ذالک گستاخ رسول ہیں۔ لیکن ان کی گستاخی سب سے بڑھ کر ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بعض ایسے ایسے کلمات ان کے علماء نے آنحضرت ﷺ کے متعلق اپنے مناظروں میں استعمال کئے ہیں کہ ان کو پڑھ کر دل دہل جاتا ہے کہ کس طرح آنحضرت ﷺ سے محبت کا کرنے والا شخص ایسی زبان استعمال کرسکتا ہے۔ اسے یہاں دہرانا تو مناسب نہیں یہاں اس کا موقع نہیں ہے لیکن یہ ساری کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں ہیں اور عام عوام میں مشہور بھی ہیں۔ ان کے علماء جہاں جہاں جوش دکھاتے ہیں ایک دوسرے کے خلاف وہاں ان باتوں کو بڑی کثرت سے دہراتے ہیں اور لہلہا لہلہا کر دہراتے ہیں۔ ہم تو کفر کی بات کو دہراتے ہوئے بھی حیا محسوس کرتے ہیں مگر ان کی تقریریں سنیں بعض ان میں سے ٹیپ ریکارڈ ہو کر میرے پاس پہنچتی ہیں، میرے پاس موجود بھی ہیں۔ اس قدر لہک لہک کر بار بار گستاخی رسول کی باتیں دہراتے ہیں بکثرت بار بار کہ دل بلّا اٹھتا ہے کہ کاش اب بس کریں اس بات کو، ایک دفعہ کہہ دیا کہہ دیا اب کیوں بار بار اس گستاخی کے کلمہ کو آنحضرت ﷺ کے متعلق بیان کرتے ہیں اور وہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ لوگوں میں اشتعال پیدا ہو کہ فلاں دیوبندی نے یہ کہا، فلاں دیوبندی نے یہ کہا، فلاں دیوبندی نے یہ کہا اور ہم کسی قیمت پر بھی اس گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتے۔

ہمارا تو ایک ولی ہے ہمارا تو ایک مولا ہے یعنی اللہ۔ جو خدا سے ہٹ چکے ہوں ان کا تو کوئی مولا نہیں ہوتا۔ جہاں تک ہماری حفاظت کا تعلق ہے وہ خدا کے ذمہ ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کا یہ ذمہ قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گا اور خدا کی راہ میں جو تکلیفیں پہنچیں گی ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے اور اس تعلیم کو ہماری فطرت میں رچا دیا گیا ہے کہ ہم ہنستے ہوئے صبر وشکر اور رضا کے ساتھ ہر اس تکلیف کو برداشت کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ہمیں اٹھانی پڑے۔ مگر ان کا کیا بنے گا جب یہ آپس میں لڑیں گے۔ اس ملک میں اس قدر بدامنی پھیلے گی اس قانون کے نتیجے میں کہ آئے دن فسادات کا محور یہ قانون بن جائے گا کہ فلاں نے گستاخی رسول ﷺ کی تھی۔ مسجدیں جلائی جائیں گی، گھر لوٹے جائیں گے، عورتیں بیوائیں بنائی جائیں گی، بچے یتیم کئے جائیں گے محض

اس لئے کہ ایک مولوی نے اپنی مخالفت کے نتیجہ میں دوسرے مولوی پر یہ الزام لگا دیا کہ اس نے گستاخی رسول کا کلمہ بولا تھا اور ایسا ملک جہاں سچائی عنقا ہو چکی ہو، جہاں سربراہ سے لے کر ادنیٰ چپڑاسی تک سارے جھوٹ بولتے ہوں اور بے دھڑک بولتے ہوں اور اس میں حیا بھی محسوس نہ کرتے ہوں، جہاں نوے دن کے وعدے کئے جائیں اور نو سال گزرنے پر بھی کہیں ابھی کچھ سال باقی ہیں نوے دن پورے نہیں ہوئے۔ وہاں عوام الناس کے جھوٹ کا کیا حال ہوگا۔ وہاں عدالتوں میں کیا کارروائیاں ہوتی ہیں؟ کیا یہ بات لوگوں کو معلوم نہیں ہے؟ کیا اہل پاکستان اس سے باخبر نہیں ہیں؟ کوئی دو جھوٹے شخص اکٹھے ہو کر کسی ایک شریف النفس انسان کے متعلق یہ الزام لگا سکتے ہیں کہ اس نے گستاخی رسول کی تھی۔

اب یہ شرعی عدالت کے اوپر منحصر ہے کہ یہ دیکھے کہ دونوں میں کس کا کس فرقے سے تعلق ہے قطع نظر اس کے کہ ان گواہوں کی کیا حیثیت ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ شخص بشدت احتجاج کرے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت تو میرے رگ وریشہ میں پیوست ہے، میری جان کا جزو ہے۔ ان سب باتوں سے قطع نظر فیصلہ اس بات پر کیا جائے گا کہ الزام کس فرقے پر لگایا جارہا ہے اور الزام لگانے والے کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور جج خود کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں یا ان کی ہمدردیاں کس فرقے سے ہیں اور اس طرح ناموس رسول کے نام پر ہرگز بعید نہیں آنحضرت ﷺ سے بے انتہا عشق رکھنے والے اور محبت کرنے والوں کو گستاخی رسول کے خنجر سے ذبح کیا جارہا ہو۔ اس سے زیادہ بدامنی کا تصور ممکن نہیں ہے کہ رحمتہ للعالمین کے نام پر دنیا میں ظلم کے چشمے جاری کردئے جائیں۔ سورج کے نام پر دنیا میں اندھیرے اتار دیئے جائیں۔ یہ ہونے والا ہے اس ملک میں اور یہ ہو رہا ہے اس کے لئے بنیادیں قائم کی جارہی ہیں اور نام رکھا گیا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت سے مجبور ہو کر ہم یہ ایک قانون بنارہے ہیں۔

ایک اور پہلو سے بھی آپ دیکھیں تو حقیقی محبت کے تقاضے تو قربانی پیدا کرتے ہیں۔ حقیقی محبت کے تقاضے ایک ایسی غیرت پیدا کرتے ہیں جس میں کمزور یا طاقتور کا فرق باقی نہیں رہتا پھر اگر کسی شخص میں کسی شخص کے لئے حقیقی محبت اور غیرت ہے اور اس کا مزاج ایسا ہے کہ وہ اس کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ تو جب گستاخی ہو، اس وقت وہ تھانے میں رپورٹ درج کروانے کے لئے نہیں

دوڑے گا اور نہ یہ دیکھے گا کہ جو گستاخی کرنے والا ہے وہ طاقتور ہے یا وہ کمزور ہے، میرے ملک کا باشندہ ہے یا کسی اور ملک کا باشندہ ہے۔ اگر اس کی جبلت ایسی ہے اس کی سرشت ایسی ہے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتا تو اس کے عواقب سے بے نیاز ہو کر ایک قدم اٹھالے گا۔

اب بھی انگلستان میں بار ہا ایسے واقعات ہوتے ہیں، ایسی فلمیں بنائی جاتی ہیں، ایسے ریڈیو پروگرام ہوتے ہیں، ایسی کتابیں چھپتی ہیں جن میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شدید گستاخی کی جاتی ہے اور اس گستاخی پر فخر کیا جاتا ہے کوئی معذرت نہیں ہوتی اور وہ سارے غیرت مند جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم گستاخی برداشت نہیں کر سکتے اور اس گستاخی کی سزا موت ہے اپنے اپنے وطنوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے ہمنوا یہاں بھی موجود ہوتے ہیں اور کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ غیرت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ غیرت کا دعویٰ ہو اور ساتھ یہ بھی شرط ہو کہ غیرت تب دکھائیں گے کہ دوسرا شخص انتہائی کمزور ہو اور چڑیا کے بچہ کی طرح ہمارے پنجہ میں آجائے۔ اس کی گردن تو ہم مسلیں گے اپنی غیرت کے اظہار کے طور پر۔ اگر ہم خود کسی کے پنجہ میں چڑیا کے بچہ کی طرح ہوں گے تو ہم ہرگز غیرت نہیں دکھائیں گے، ہم چوں بھی نہیں کریں گے اس وقت۔ یہ کون سی غیرت ہے، یہ کون سی محبت ہے؟ دوسرے غیرت کا سچا تقاضہ تو خود قربانی دینا ہے نہ کہ کسی کو قتل کرنا۔ محبت کے نتیجہ میں انسان کا دل کٹتا ہے اور دردمند ہوتا ہے۔ وہ دردمندی نہ ہو تو محبت کا دعویٰ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اس کسوٹی پر اس چودہ سو سال میں جس شان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پورے اترے ہیں اس کی کوئی نظیر آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ ادنیٰ سی بھی گستاخی آنحضرت ﷺ کی کسی سے سرزد ہوتی تھی تو آپ کا دل کٹ جاتا تھا، شدید دکھ محسوس کرتے تھے۔ جتنے آپ نے غیروں سے مقابلے کئے ہیں ان میں بنیادی وجہ محبت محمد مصطفیٰ ﷺ تھی۔ امریکہ بیٹھے اتنی دور ڈوئی نے گستاخی کی اور یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بے قرار اور بے چین ہو گئے اور اس کو مقابلے کا چیلنج دیا اور صرف چیلنج ہی نہیں دیا بلکہ راتوں کو اٹھ کر خدا کے حضور روئے اور گڑ گڑائے اور نہیں چین پایا جب تک کہ خدا کی غیرت کی چھری نے ڈوئی کو ذلیل ورسوا نہیں کر دیا۔ یہ ہے محبت۔ لیکھرام نے گستاخی کی، دیکھیں خدا کا یہ شیر کس طرح للکارتا ہوا اس پر ٹوٹ پڑتا ہے اور دعائیں کرتا ہے، اپنے خنجر سے نہیں، اپنی غیرت کو خدا کی غیرت کے خنجر میں تبدیل کر کے اس کو

ہلاک کرتا ہے اور اس سارے عرصہ میں خود غم کا شکار رہتا ہے۔

یہ ہے سچی محبت اور یہ ہے سچی غیرت اور یہ ہے سچی محبت کا اظہار اور سچی غیرت کا اظہار۔ یہ تو کر کے دکھائے کوئی؟ مگر کسی میں ہو تو کر کے دکھائے۔ یہ ہے اسلام، کیسی حسین تعلیم ہے کہ انسان کو انسان پر محبت کے دعویٰ کے نتیجہ میں یا غیرت کے دعویٰ کے نتیجہ میں جبر کا اختیار نہیں دیا گیا مگر چونکہ خدا خود ضامن بن گیا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فراست کو دیکھیں کہ اس خدا کی ضمانت کو اکسایا ہے۔ فرمایا اے اللہ! میرے بس میں تو کچھ نہیں تو نے چھوڑا، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ہرگز پرواہ نہ کرتا جو کچھ میری جان پر گزر جاتی میں اس کا انتقام لیتا مگر تیری اعلیٰ اور پاک تعلیم نے مجھ سے یہ قدرت چھین لی۔ ہاں میں یہ ضرور دیکھتا ہوں کہ تو عہد کرتا ہے اور بار بار اس عہد کو دہراتا ہے کہ محمد مصطفی ﷺ کے دشمنوں اور آپؐ کے گستاخوں کو میں ذلیل کروں گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، میں اس تیرے عہد کی پاک یاد تجھے دلاتا ہوں اور دیکھ میری جان ہلاک ہو رہی ہے اس غم میں کہ کیوں تو اس عہد کو پورا نہیں کر رہا۔ اس قدر دردناک دعائیں کی ہیں یہاں تک کہ خدا کی غیرت وہ خنجر بن کر اتری جس نے لیکھرام کا پیٹ پھاڑ دیا اور گوسالہ کی طرح اس کے منہ سے وہ آوازیں نکلیں جو اس کی ذلت اور رسوائی کو بڑھانے والی تھیں۔ اس پاک تعلیم پر یہ عمل کیوں نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنحضرت ﷺ سے محبت اور عشق کا تو یہ حال تھا کہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۱، ۵۲ پر یہ عبارت ہے۔

> ''اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم ﷺ کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا۔ کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟''

اس زمانہ میں چونکہ انگریز کی غالب حکومت تھی اس لئے دوسرے مسلمان علماء کو تو نہ یہ توفیق ملی کہ ارتداد کا کوئی قانون پاس کرواسکیں نہ غیرت رسول ان کی اس طرح جوش میں آئی کہ ان کا مقابلہ کرتے۔ وہ ایک شخص جس کو نعوذ باللہ من ذٰلک آج آنحضرت ﷺ کا گستاخ قرار دیا جارہا ہے اس کے دل کی یہ آواز ہے، سنیں اور غور سے سنیں، آپؑ فرماتے ہیں:

> ''کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ

کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے۔ یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی اکرم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رورو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی گئی دُکھا'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵: ۵۱-۵۲)

تو محبت تو جبر کا انتظار نہیں کیا کرتی۔ محبت کے نتیجہ میں تو انسان سب سے پہلے محبت کی چھری سے اپنے آپ کو ذبح کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں پھر وہ پاک قوتیں جوش میں آتی ہیں جن کے نتیجہ میں یہ محبت پاکیزہ راہیں اختیار کرتی ہے اور نیک تبدیلیوں پر منتج ہوتی ہے۔ یہ کوئی دنیا کی محبت تو نہیں ہے کہ جو دل میں ولولہ اٹھائے اور جوش دکھائے اور اس کے بعد ختم ہو جائے۔ پاک وجودوں کی محبت پاک نتائج پیدا کیا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت چونکہ سچی تھی اس لئے اس محبت کے نتیجہ میں کثرت کے ساتھ آپ نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے پاک دین کا دفاع کیا۔ کثرت کے ساتھ کتابیں لکھیں اور سب دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔ کثرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجے اور درود بھیجنے والے پیدا کئے۔ تمام دنیا میں تبلیغ کا جال بچھا دیا اور عیسائی ہونے والے مسلمانوں کا انتقام اس طرح لیا کہ کلیسیاؤں کے گھروں میں اذانیں دلوا دیں اور عیسائیوں کو جو کبھی رسول اکرم ﷺ کو گالیاں دیتے تھے آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے والا اور آپ کی محبت میں آنسو بہانے والا بنا دیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہ محبت کا ہی فیض تھا کہ آپ کو اس مقام پر مامور فرمایا گیا جس مقام پر خدا نے آپ کو مامور فرمانے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا وہ کشف جو آپ کو ماموریت کی وجہ بتاتا ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان فرشتوں کو دیکھتے ہیں جو فرشتے دنیا میں مامور کی تلاش کے لئے بھیجے گئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر وہ ٹھہر جاتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ہے وہ شخص جو اس زمانہ کا مامور بنائے جانے کے لائق ہے اس لئے کہ یہ رسول کریم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ **ھذا رجل یحب رسول اللہ** ''سب سے زیادہ'' کا لفظ استعمال نہیں فرمایا لیکن اس میں بھی ایک عظیم خراج ہے گویا ایک ہی شخص ہے **یحب رسول اللہ** گویا ساری دنیا میں تلاش کیا مگر محبت کرنے والا صرف ایک ہی نکلا۔ یہ تو مراد نہیں کہ اس وقت کسی اور کو رسول اکرم ﷺ سے محبت نہیں تھی مگر آپ کی محبت کو نمایاں کرنے کے لئے ایک نہایت ہی حسین، فصیح و بلیغ طریق اختیار فرمایا گیا ہے کہ مسیح موعود کی محبت کو اگر باقی محبتوں کے مقابل پر رکھا جائے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ محبت ہی کوئی نہیں تھی۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے وہ شعر اس مضمون کو بیان کرتا ہے۔

رات محفل میں تیرے حسن کے شعلہ کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

کہ تیرا حسن ایسا حسن ہے ایسا فراواں حسن ہے کہ وہ شمع جو تیرے حسن کو دیکھنے سے پہلے روشن نظر آیا کرتی تھی تیرے آنے کے بعد وہ شمع پھیکی پڑ گئی اور اس کے چہرے پر کوئی نور کا نشان باقی نہ رہا۔ اتنا بڑا اخراج تحسین ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس عشق کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دل میں موجزن تھا کہ فرشتوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ شخص سب سے زیادہ محبت کرتا ہے بلکہ فرمایا کہ اس کو دیکھا تو یوں لگا کہ ایک ہی ہے جو محبت کرتا ہے اور کوئی باقی نہیں رہا۔

پس آپ کی ماموریت کی بناء ہی محبت رسول ﷺ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں اور یہی ہماری گھٹی میں ہمیں پلائی گئی ہے، یہی ہماری سرشت ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت ہمیں اس محبت سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اگر اس محبت کے جرم میں گستاخی رسول کی چھری سے ہی ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ تو میں آج تمام جماعت کی طرف سے ببانگ دہل یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو چاہو کرتے پھرو۔ محبت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہمارے دلوں سے نہیں نوچ سکتے اور نہیں نوچ سکتے اور نہیں نوچ سکتے اور میں یہ

بھی بتاتا ہوں کہ یہ محبت زندگی کی ضامن ہے۔ یہ محبت رکھنے والوں کو کبھی تم دنیا میں نا کام ونامراد نہیں کرسکو گے۔ تمہاری ہر کوشش خائب و خاسر رہے گی۔ تمہارا ہر ذلیل الزام تمہارے منہ پہ لوٹایا جائے گا اور محبت محمد مصطفیٰ ﷺ زندہ رہنے کے لئے بنائی گئی ہے اور زندہ رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے جو زندگی ہم حاصل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کوئی تمہاری طاقت نہیں، کوئی تمہاری استطاعت نہیں ہے کہ اس زندگی کے دل پر پنجہ مارسکو۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

دو درخواستیں آئی ہیں نماز جنازہ غائب پڑھانے کے لئے۔ ایک مکرم ماسٹر غلام رسول صاحب مبشر مرحوم کے لئے ان کے بیٹے ماسٹر دل محمد صاحب نے درخواست کی ہے یہ چک 363/E-B ضلع وہاڑی کے مخلص دوست تھے۔ اور ایک مکرمہ آمنہ بی بی صاحبہ کے لئے مکرم مبارک احمد صاحب ساہی جو ہمارے سیکیورٹی کے افسر ہیں ان کی پھوپھی تھیں، ان کے متعلق مبارک احمد ساہی صاحب نے درخواست کی ہے۔ آج چونکہ نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر جمع ہوگی اس لئے نماز عصر کے معاً بعد انشاء اللہ نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔